خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 79

Track - 1

30:43

''روح پر فتوح کیا ہے؟''

سوال: پیرو مرشد کے وصال کے بعد مرید کو فیض روح پر فتوح سے ملتا ہے۔ روح
پرفتوح کیا ہے؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ سمجھنا چاہئیے کہ روح کیا چیز ہے۔ روح
پرفتوح جو ہے وہ تو بعد کی بات ہے۔ پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ روح کیا
ہے؟ اور روح کے بارے میں یہ سب جانتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی نورانی چیز ہے
کہ وہ ہمارے جسم کو ہماری زندگی کو اور ہمارے جذبات و احساسا ت کو
کنٹرول کرتی ہے۔ جب تک وہ چیز یا نورانی شئے یا نورانی ہستی جسم کے اندر
رہتی ہے جسم میں حرکت رہتی ہے (آواز غائب ہے) پانی پینے سے متعلق ہو یا
زندگی کے کسی بھی شعبے سے متعلق ہو اگر روح اس جسم کے اندر ہے تو اس
جسم کی حرکت ہے اور اگر روح جسم کے اندر موجود نہیں ہے تو جسم کی
کوئی حرکت نہیں ہے۔ اب یہ کہ روح ہے کیا؟ اس کے بارے میں یہ سوال حضور
پاک ﷺ سے بھی لوگوں نے پوچھا کہ یہودیوں نے بھی پوچھا دوسرے لوگوں نے بھی
پوچھا۔ قرآن پاک میں اس کا تذکرہ ہے۔ یسئلونک عن الروح ... کہ یہ لوگ آپ
سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ یسئلونک ... یہ سوال کرتے ہیتم سے
روح کے بارے میں ﷺ اے پیغمبر ﷺ آپ فرمادیجئے کہ قل الروح ... آپ فرمادیجئے کہ
روح من امر ربی ... میرے رب کے امر سے ہے۔ یعنی میرا رب جو ہے اس کا ایک
امر ہے۔ اس امر سے روح کا تعلق ہے براہ راست۔ آپ فرمادیجئے روح میرے رب
کے امر میں سے ہے۔ وما اوتیتو من العلم ... اور روحانیت کے بارے میں ان کو جو
کچھ علم دیا گیا ہے وہ محدود ہے۔ اب اس سے یہ بات بہت واضح طور پر
سامنے آگئی قرآن پاک کی اس آیت سے کہ روح کا علم تو ہم میں موجود ہے۔
لیکن اس روحانی علوم کے اوپر ہم یہ دسترس حاصل نہیں کرسکے یا ہم اس کو
احاطہ نہیں کرسکے۔ تھوڑا علم ہے۔ آپ فرمادیجئے روح میرے رب کے امر سے
ہے اور جو کچھ تمہیں علم دیا گیا ہے وہ محدود ہے۔ وما اوتیتو من العلم ... الا
قلیل ... وہ تھوڑا علم ہے۔ تو اب علم کی حیثیت تھوڑا ہے۔ علم ساری جو علم
تھوڑا ہے وہ کس شعبے کا علم ہے۔ مثلاً اب دنیاوی مثال ہے۔ اگر ہم یہ کہیں
کہ صاحب فلاں سائنٹسٹ جو ہے اس کو سمندر کے بارے میں علم ہے۔ کہ سمندر
کا پانی کیسا ہوتا ہے۔ سمند رکے پانی کی قسمیں کتنی ہوتی ہیں۔ سمندر کے
اندر جو مچھلیاں ہیں وہ کتنے قسم کی ہیں۔ سمندر کے اندر جو دوسری معدنیا
ت ہیں، نباتات ہیں، جمادات بھی ہیں۔ وہ کس قسم کی ہیں۔ تو اب ایک

سائنٹسٹ کے بارے میں مثال ناقص ہے دنیاوی بات ہے لیکن سمجھنے کے لئے ہم
یہ بات کہہ رہے ہیں کہ وہ یہ کہے گا کہ صاحب میرا علم جو ہے وہ سمندر کے
بارے میں تو ہے لیکن سمندر اتنا بڑا ہے ، وسیع ہے کہ وہ جو ہماری دنیا ہے اس
سے تین گنا بڑاہے۔ لہٰذا جب سمندر تین گنا بڑا ہوا توساری دنیا کے مقابلے میں
علوم بھی سمندر کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہوئے۔ تو اب یہ کہا جائے گا کہ
علم تو ہے مگر سمندر کے بارے میں تھوڑا علم ہے۔ کوئی ایسا علم نہیں ہے
سمندر کے بارے میں کہ جو ہم یہ کہہ سکیں کہ صاحب ہم نے اس علم کا احاطہ
کرلیا ہے۔ اور ہم یہ جان گئے ہیں کہ سمندر کا پانی کیسا ہوتا ہے۔ اس میں
مچھلیاں کتنی قسم کی ہیں۔ اس میں معدنیات، نباتات اور جمادات کی کیا
حیثیت ہے۔ اب ابھی حال ہی میں ایک ریسرچ ہوئی ہے سائنٹسٹ بتاتے ہیں کہ
سمندر میں اتنی غذا ہے انسانوں کے لئے اللہ نے اتنی غذا پیدا کردی ہے علاوہ
مچھلیوں کے نباتات کے حساب سے اتنی غذا ہے کہ اگر انسان لاکھوں سال بھی وہ
غذا کھاتا رہے تو کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ اور یہ ایک علم ہے۔ لیکن اس علم
کو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ آدمی جو ہے وہ کلی طور پر عالم ہوگیا۔ اسی
طرح کوئی بھی اور شعبہ لے لیں۔ حسا ب کا شعبہ ہے اس شعبے میں بھی لوگ
پی ایچ ڈی کرتے ہیں۔ اس میں کچھ سال کے بعد کوئی اور پی اہچ ڈی کرتا ہے۔
ابھی کچھ سال اور گزرتے ہیں کوئی اور پی ایچ ڈی کرتا ہے۔ تو پی ایچ ڈی
حالانکہ کسی علم کی انتہا ہے۔ یعنی ایم اے کرنے کے بعد جو علم کی انتہا ہے یا
علم کی بڑائی ہے اس کو پی ایچ ڈی کہتے ہیں۔ یعنی اس نے اس علم کو اتنا
زیادہ سمجھ لیا ہے کہ جو علم کے سمجھنے کے قریب قریب وہ پہنچ گیا ہے۔
لیکن اس کے باوجود اسی شعبے میں جب اور لوگ پی ایچ ڈی کرتے ہیں اور
دوسرے لوگ تھیسس لکھتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس علم کی جو
حیثیت ہے وہ ابھی پوری طرح واضح نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے جو آدمی اس شعبے
میں جاتا ہے وہ آدمی اس شعبے میں تفکر کرتا ہے، غور کرتا ہے ، تحقیق کرتا
ہے، تھیسس لکھتا ہے وہ ایک نئی چیز دریافت کرلیتا ہے۔ اور یہ انسانی ساخت
کا مسئلہ ہے۔ اب انسانی ساخت میں پہلے تو یہ سمجھا جاتا تھا بھئی ایک نطفہ
ہوتا ہے اس سے بچے پیدا ہوجاتے ہیں۔ لیکن آج جب اس پہ ریسرچ ہوئی تو
معلوم ہوا کہ اس نطفے میں پتہ نہیں کتنے کروڑوں لاکھوں جو ہیں جرثومے ہوتے
ہیں۔ ان جرثوموں میں کتنے جو ہیں مرجاتے ہیں کتنے زندہ رہتے ہیں۔ پھر ان کا
فنکشن سمجھ میں آیا کہ صاحب کہ ایک جرثومہ اندر چلا جاتا ہے پھر وہ انڈے
میں چلا جاتا ہے۔ پھر وہاں سے پھر اس کی ریسرچ ہوتے ہوتے ہوتے یہاں تک
ریسرچ ہوئی کہ اب وہ جناب جین دریافت کرلئے۔ کہ مائیکرواسکوپ سے بھی
جین نظر نہیں آتے اتنا وہ باریک ہے کہ مائیکرو اسکوپ سے بھی جین نظر نہیں
آتے لیکن انہوں نے بہرحال اس کسی نے کسی صورت سے تلاش کرلیا۔ اب جین
کے بارے میں اب وہ کہتے ہیں کہ اگر جین کے اندر ریسرچ کی جائے اور جین کی
جو اپنی صلاحیتیں ہیں اور جین کی جو اپنی حیثیت ہے اس کے اوپر تفکر کیا جائے

تو وہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ جین جو مائیکرواسکوپ سے بھی نظر نہیں آتا اس ایک جین کے اندر یہ بھی ہوتا ہے کہ بچے کے بال کیسے ہوں گے۔ کالے ہوں گے یا بھورے ہوں گے۔ گھنگریالے ہوں گے یا لمبے ہوں گے۔ بچے کی آنکھ کیسی ہوگی۔ آنکھوں کے اندر جو پتلی ہوتی ہے اس کا رنگ کیسا ہوگا۔ سفید ہوگا، کالا ہوگا۔ ہرا ہوگا۔ نیلا ہوگا۔ اور ہاتھ کیسے ہوں گے۔ ناخن کیسے ہوں گے۔ یعنی اس جین میں اتنی زیادہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے بھر دی ہیں اور لکھ دی ہیں یا نقش کردی ہیںاس جین سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ یہ جو اوپر سے جو نسل آرہی ہے اس نسل میں کتنی بیماریاں ہیں۔ کتنی کمزوریاں ہیں۔ کس قسم کی طرز فکر ہے۔ لیکن اس کے باوجودابھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ تخلیقی عوامل کی ریسرچ میں ہم اس طرح کامیاب ہوگئے ہیں کہ مزید اس کو دیکھنے کی گنجائش نہ ہو۔ تو زندگی کا یا دنیا کا کوئی بھی شعبہ ہو۔علمی شعبہ ۔ تو اس علم کی کبھی تکمیل نہیں ہوتی۔ علم کا منشاء یہ ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہ ہو۔ اور اس کی کبھی تکمیل نہ ہو۔ اگر علم کی کسی بنیاد پر تکمیل ہوجائے گی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نوع انسانی کا جو ارتقاء ہے اور نوع انسانی کا جو شعور کا نشو و نما ہے شعوری روزانہ اضافہ ہورہا ہے وہ رک جائے گا۔ اب یہ اللہ تعالیٰ روح کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... قل الروح من امر ربی ۔ اے پیغمبر ۔ آپ فرمادیجئے۔ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ اور جو کچھ تمہیں علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے۔ تو اب اس سے یہ بات ہمارے سامنے آگئی کہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ روح کا علم کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اچھا جب روح کا علم ہے تو ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہم روح کا علم نہیں سیکھ سکتے۔ جس طرح ہم دوسرے علوم سیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح ہم روحانی علوم بھی سیکھ سکتے ہیں۔ اب یہ جو روح کیا ہے۔ اس میں قرآن پاک کے نقطہ نظر سے تو یہ ہے کہ وہ امر رب ہے۔ امر رب سے ہے۔ امر رب بھی نہیں ہے۔ بلکہ امر رب کا ایک حصہ ہے۔ من امر ربی۔ میرے رب کے امر سے ہے۔ اب امر کا ترجمہ عام طور پر کہا جاتا ہے حکم سے ہے۔ تو یہ حکم سے تو کوئی بات بنتی نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ... کہ ہم یہ کہیں گے کہ روح اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو سب ہی کچھ ہے۔ آسمان بھی اللہ کا حکم ہے۔ چاند بھی اللہ کا حکم ہے۔ ستارے بھی اللہ کا حکم ہیں۔ سورج بھی اللہ کا حکم ہے۔ تو روح کے ساتھ یہ تخصیص کہ روح جو ہے اللہ کا حکم ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اب من امر ربی کا اگر مزید مطالعہ کیا جائے اور قرآن پاک میں ڈھونڈا جائے کہ امر رب کیا ہے۔ تو سورہ یسین میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... انما امرہ ۔ اب اس میں یہ دیکھیں اس میں صاحب اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ یعنی روح جو ہے امر رب ہے۔ اب ہم تلاش کریں گے کہ امر رب کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتے ہیں انما امرہ یعنی امر کی

definition

بیان کرتے ہیں، تعریف بیان کرتے ہیں۔ امر ... اللہ کا امر یہ ہے ... انما امرہ
اس کا امر یہ ہے کہ اذا ارادا ... جب وہ ارادہ کرتا ہے ... انما امرہ اس کا ارادہ
یہ ہے یعنی ارادہ کرتا ہے امر ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کن ۔ انما امرہ اذا ارادا
شیاء جب امر کسی چیز کے وجود کا ارادہ کرتا ہے یا کسی چیز کی تخلیق کا
ارادہ کرتا ہے۔ انما امرہ اذا ارادا شیاء ان یقول لہ ... وہ کہتا ہے کن تو فیکونہ
یعنی روح اللہ کا امر ہے۔ اور امر اللہ کا ارادہ ہے۔ امر اللہ کا ارادہ ہے اور
ارادہ جب حرکت میں آتا ہے تو ارادہ کہتا ہے کن ۔ اور جیسے ہی اللہ کا ارادہ
حرکت کرتا ہے کن کہنے کے بعد اسی لمحے کائنات بن جاتی ہے۔ اب یہ کچھ

equation

یا فارمولا اس طرح بنا کہ یہ ساری کائنات اللہ کے ارادے سے تخلیق ہوئی۔ اللہ
نے ارادہ کیا تو یہ کائنات ساری تخلیق ہوئی۔ اب ایک ارادہ ہوا، ایک امر ہوا ایک
رب ہوا۔ اب یہ پھر تین چیزیں ہوگئیں۔ یسئلونک عن الروح ۔ یہ آپ سے روح کے
بارے میں سوال کرتے ہیں۔ قل الروح من امر ربی ... میرے رب کے امر سے ہے۔
امر الگ ہوگیا۔ رب الگ ہوگیا۔ ارادہ الگ ہوگیا۔ ارادے کی حرکت الگ ہوگئی۔
پھر اس کو دوبارہ ... آپ سے یہ لوگ سوال کرتے ہیں روح کے بارے میں آپ
فرمادیجئے اے محمد ۔ کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ یعنی روح کیا ہے۔ ایک
روح ہے۔ ایک امر ہے۔ ایک رب ہے۔ رب کا امر جو ہے وہ روح ہے۔ روح اس کو
کہہ لیں۔ رب کا امر روح ہے۔ اور امر یہ ہے کہ وہ ارادہ ہے اللہ کاہ اور ارادہ
یہ ہے کہ جب وہ حرکت میں آتا ہے ۔ اللہ کا رادہ جب حرکت کرتا ہے تو وہ
ارادہ کہتا ہے کنہ اس ارادے میں ایک فورس ہے ایک طاقت ہے۔ کہ جو چیز وہ
چاہتا ہے ہوجائے اس کو وہ کہتا ہے کن اور وہ چیز بن جاتی ہے۔ یہی صورت
کائنات کی ہوئی۔ کہ کائنات کو جب اللہ نے کہا کن ۔ اللہ کے ارادے نے کہا کن
وہ کائنات تخلیق ہوگئی۔ اور یہ بات سمجھ میں آگئی کہ روح جو ہے اس کا
تعلق براہ راست اللہ سے ہے۔ ایک ایسا تعلق اللہ سے ہے کہ اس تعلق کو کسی
بھی صورت سے ہم نہ تو دور رہ سکتے ہیں۔ نہ اس میں کوئی

separation

آتا ہے۔ نہ وہ کسی صورت سے معطل ہوتا ہے۔ وہ ایک اللہ کا ایک حکم ہے
اللہ کا ایک امر ہے۔ جو وہ اس کائنات کو تخلیق کررہا ہے۔ اب وہ روح کی کیا
شکل و صورت ہے۔ اب روح کی شکل کی صورت اب اللہ کی شکل و صورت
میں اور روح کی شکل و صورت میں فرق ہونا چاہئیے۔ اسلئے کہ اللہ خالق ہے۔
اور بندے کے اندر جب روح منتقل ہوئی تووہ حیثیت مخلوق کی ہوگئی۔ تو خالق
اور مخلوق میں حد قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ خالق ان تمام صفات سے
مبرا ہو جو مخلوق کی ہے۔ اس لئے کہ مخلوق جو ہے وہ خالق کی تخلیق ہے۔
خالق کے حکم کے تحت ایک چیز بنی ہے۔ تو اگر مخلوق اور خالق کو ہم ایک ہی
صورت و شکل میں اور ایک ہی پلڑے میں رکھیں گے تو خالق اور مخلوق کا جو

درمیانی فاصلہ ہے وہ ختم ہوجائے گا۔ تو مخلوق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کے اندر وہ تمام صفات موجود ہو جو اسے خالق سے منتقل ہوئی ہیں۔ لیکن خالق کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان تمام صفات سے بے نیاز ہو جو مخلوق میں ہیں۔ تو اب اس کی شکل تو روح کی ہوئی۔ تو اب شکل روح کی جو بیان کی جاتی ہے روحانیت میں یا تصوف میں وہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جیسا آدمی ہے ویسے ہی اس کی روح کی شکل و صورت ہے۔ جیسا بھی آدمی ہے ویسی اس کی روح کی شکل و صور ت ہے۔ اب روح کی شکل و صورت کا دیکھنا ایک تو یہ ہے کہ ہم ریاضت کریں۔ مجاہدہ کریں ۔ پیغمبروں کی سنت پر عمل کرتے ہوئے مراقبہ کریں۔ بستیوں سے دور جاکر غور و فکر کریں۔ گیان دھیان کریں۔ مسجدوں میں بیٹھ کر اعتکاف کریں۔ یعنی اس جسم سے اس مادی جسم سے اپنا ذہن ہٹا کر اس چیز کی تلاش کریں جو چیز مادی جسم کو متحرک کئے ہوئے ہے۔ جو چیز مادی جسم کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ اور جب تک وہ چیز وہ ہستی وہ شکل و صورت اس مادی جسم کو حرکت میں رکھتی ہے اس کی حرکت موجود ہے۔ اور جب وہ ہستی وہ شئے اس مادی جسم سے اپنا رشتہ توڑ لیتی ہے اس مادی وجود کی حیثیت ختم ہوجاتی ہے۔ تو روح کی جو شکل و صورت ہے وہ وہی ہے جو ہماری شکل و صورت ہے۔ اب ایک صورت تو وہ ہوئی کہ ہم آپ مجاہدہ سے اس سے اس سے اس کو تلاش کریں۔ لیکن مجاہدہ سے اعتکاف سے ، مراقبوں سے روح جو ہے اسی وقت ہمارے سامنے آسکتی ہے جبکہ پہلے سے روح دیکھنے کی صلاحیت ہمارے اندر موجود ہو۔ ایک بچہ ہے وہ

Retarded

ہے۔ دماغی طور پر۔ اس کے اندر علم حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ آپ اس کو اچھے سے اچھے اسکول میں داخل کردیں وہ کچھ بھی نہیں پڑھ سکے گا۔ اس لئے کہ اس کا دماغ ہی نہیں ہے۔ اس کے اندر الف بے تے کو پہچاننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ جب اس کے اندر الف بے تے پہچاننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے تو وہ کوئی بھی علم نہیں سیکھ سکتا۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو بچے علم سیکھ لیتے ہیں ۔ جو بچے علم حاصل کرلینے کے بعد بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرلیتے ہیں ۔ پی ایچ ڈی ہوجاتے ہیں ۔ ان کے اندر علم سیکھنے کی صلاحیت موجود ہے اس لئے وہ سیکھ لیتے ہیں۔ ایک پاگل آدمی کبھی پی ایچ ڈی نہیں ہوتا۔ پی ایچ ڈی کیا وہ پہلی جماعت بھی نہیں پڑھ سکتا۔ تو اب یہ راز کھلا کہ علم حاصل کرنا بھی اسی وقت ممکن ہے کہ جب پہلے سے علم حاصل کرنے کی صلاحیت آدمی کے دماغ میں موجود ہو۔ کیوں بھئی کوئی آدمی پاگل آدمی،

retarded

بچے ہوتے ہیں اور کوئی اسکول میں پڑھتے ہیں بھئی؟ اس لئے نہیں پڑھتے ہیں کہ ان کے اندر علم کو اخذ کرنے ، علم کو سیکھنے، علم کو پاکر اس کو پھیلانے کی ، اس کے اندر فکر کرنے کی ۔ اس کے علم کے اندر سے نئے نئے فلسفے کی شاخیں

نکالنے کی سکت ہی نہیں ہے۔ صلاحیت ہی نہیں ہوتی۔ تو اب یہ روح کی
صلاحیت بھی اگر موجود ہوگی تو ہم روحانی علوم سیکھیں گے۔ جس طرح
دنیاوی علوم کی صلاحیت کے بغیر ہم دنیاوی علوم نہیں سیکھ سکتے۔ اسی طرح
اگر ہمارے اندر روحانی علوم سیکھنے کی صلاحیت نہ ہو ہمارے اندر روحانی
علوم کے ساتھ ساتھ روح کو دیکھنے کی صلاحیت موجود نہ ہو تو ہم نہ روح کو
دیکھ سکتے ہیں اور نہ روح کے علوم سیکھ سکتے ہیں۔لیکن اب اللہ تعالیٰ کا
ایک نظام ہے وہ نظام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کہہ دیا ... وما اوتیتا من العلم
الا قلیل ... میں نے تو روح کا علم دے دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ دیا کہ
روح کا علم دے دیا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم روح کو دیکھ بھی
سکتے ہیں۔ اور روحانی علوم سیکھ بھی سکتے ہیں۔ اچھا اب یہ تلاش کرنا ہے
کہ کیا کوئی ایسی صورت زندگی میں واقع ہورہی ہے کہ جس صورت کو ہم یہ
کہیں کہ یہ ہمارے اوپر اس بات کا انکشاف کررہی ہے کہ یہ ہماری روح ہے۔ یا
ہم روح سے واقفیت حاصل کرسکتے ہیں۔ روح کے بارے میں جیسے ابھی میں نے
آپ کوعرض کیا روح نور ہے یا روشنی ہے۔ یہ جو روح نے ایک آدمی بنا کر کھڑا
کیاپتلا۔ یہ مادّہ ہے۔ اب یہ بالکل الگ بات ہے کہ یہ جو مادی جسم جو ہے جن
عناصر سے بنا ہے وہ عناصر کس بنیاد پر قائم ہے۔ بات بہت لمبی ہوجائے گی۔
بہرحال ایک مادہ ہے ایک روشنی ہے۔ اب ہم یہ جانتے ہیں ہمارا یہ تجربہ ہے
کہ مادہ جو ہے وہ ہر ہر قدم پر پابند ہے۔ ہر ہر قدم پر محدود ہے۔ہر ہر
قدم پر متغیر ہورہا ہے۔ اور ہر ہر قدم پر وہ قید و بند میں زندگی گزار رہا
ہے۔ اب یہ ہمارا جسم ہے۔ اس جسم کے بارے میں یہ ہے کہ جب تک آپ ٹائم
اسپیس سے نہیں گزریں گے آپ مسجد تک نہیں پہنچیں گے۔ مسجد تو سامنے آپ
کو نظر آرہی ہے۔ لیکن مسجد تک جانے کے لئے ضروری ہے کہ آپ زمین کے اوپر
چلیں۔ یعنی مسجد کے اور مراقبہ ہال کے درمیان جو زمین ہے جو فاصلہ ہے اس
فاصلے کو آپ کو طے کرنا ہے۔ اس فاصلے کو طے کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے لئے
ضروری ہے کہ اس فاصلے کو طے کرنے میں آپ کو کتنا وقت لگا۔ ایک منٹ لگا،
دو منٹ لگے، پانچ منٹ لگے، تین منٹ لگے۔ تو اب ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم
ایک جگہ سے دوسری جگہ جب جاتے ہیں وہ جگہ کتنی ہی قریب ہو اور کتنی
ہی دور ہو تو اس میں یہ لازم ہے کہ ہم اس فاصلے کو بھی طے کریں ۔ یعنی
اسپیس کو بھی طے کریں۔ اور اسپیس کو طے کرنے کے ساتھ ساتھ وقت بھی
لگائیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ اسپیس کو طے کرلیں اور آپ کا اس میں وقت
خرچ نہ ہو۔ ٹھیک ہے ایک منٹ خرچ ہوگا۔ آدھا منٹ خرچ ہوگا۔ ایک سیکنڈ خرچ
ہوگا۔ خرچ ضرور ہوگا۔ وقت ضرور لگے گا۔ وقت لگائے بغیر آپ کوئی اسپیس
جو ہے وہ طے نہیں کرسکتے۔یہ ہماری ایک مادی زندگی ہے جو ہمارے سامنے
ہے اور جس کا تجربہ ہمیں ہر وقت ہوتا ہے۔ گھر میں بھی ہوتا ہے۔ دفتر میں
بھی ہوتا ہے۔ سڑک پہ بھی ہوتا ہے۔ ہر جگہ ہوتا ہے۔ اب تلاش کرنا یہ ہے کہ
جس طرح یہ مادی جسم ٹائم اسپیس کے بغیر کوئی بھی حرکت نہیں کرسکتا کیا

ہمارے ساتھ کوئی ایسی صورت واقع ہورہی ہے یا کوئی ایسی صلاحیت ہم دیکھ
رہے ہیں کہ جس صلاحیت میں یہ ٹائم اسپیس کا جو مرحلہ ہے یہ ختم ہوجاتا
ہے۔تو اس کے بارے میں آپ غور کریں وہ خواب کی صورت ہے۔ جب ہم سوجاتے
ہیں تو سونے کی حالت میں ہمارے اندر سے ایک آدمی نکلتا ہے۔ وہ آدمی بظاہر
ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ہم ہیں ۔ لیکن اس آدمی کی صلاحیت یہ ہوتی ہے کہ
وہ ٹائم اسپیس سے آزاد ہوجاتا ہے۔ کبھی نظر آتا ہے کہ کوئی آدمی اندر سے
نکلا اور آسمانوں میں اڑ رہا ہے۔ جبکہ مادی جسم کبھی آسمانوں میں نہیں اڑ
سکتا۔ خلاء میں نہیں جاسکتا، اڑ سکتا ۔ کبھی یہ نظر آتا ہے کہ آپ کراچی میں
سوئے معلوم ہوا کہ صاحب امریکہ میں نیو یارک میں ٹہل رہے ہیں۔ وہ بارہ
تیرہ گھنٹے کا وقفہ ہوائی جہاز کا اور پیدل اگر آپ چلیں گے تو مہینوں لگ جائیں
گے چھ مہینے لگ جائیں گے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی صلاحیت آپ کے
اندر موجود ہے کہ جب وہ صلاحیت بیدار اور متحرک ہوتی ہے تو چھ مہینے کا
فاصلہ سیکنڈوں اور منٹوں میں جو ہے منتقل ہوجاتا ہے۔ یہ ہر شخص زندگی
میں خواب ضرور دیکھتا ہے۔ مثلاً اب یہاں اللہ والے لوگ ہوتے ہیں ۔ بہت اچھے
لوگ ہوتے ہیں جو جن کو حضور پاک ﷺ سے محبت ہے۔ درود شریف کی کثرت
کرتے ہیں۔ وہ یہ دیکھتے ہیں صاحب یہاں سوئے اور وہاں مسجد نبوی میں کھڑے
ہوئے ہیں روضہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر جناب الصلوٰۃ والسلام علیک یا
رسول اللہ پڑھ رہے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ یہ وقت یہ وقت لمحہ یا ٹائم جسے
آپ کہہ رہے ہیں اور یہ اسپیس کہاں چلی گئی۔ جبکہ اگر آپ کراچی سے مدینہ
منورہ جائیں تو آپ کو پیدل راستہ چلنے میں دو تین مہینے تو لگ ہی جائیں گے۔
زیادہ ہی لگیں گے۔ تو اب پتہ یہ چلا کہ ہر انسان کے اندر ایسی صلاحیت موجود
ہے کہ اگر وہ اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانا چاہے تو وہ ٹائم اسپیس کی جو حد
بندیاں ہیں وہ توڑ دیتا ہے۔ اور یہی روحانی صلاحیت ہے۔ اور وہ جو آپ دیکھتے
ہیں کہ یہاں سے آپ کے اندر جو ایک آدمی نکلا اور مدینہ منورہ پہنچ گیا یا خانہ
کعبہ میں پہنچ کر وہ طواف کررہا ہے۔ وہ بندہ جو ہے وہ بندہ یہ بندہ نہیں
ہے۔ جسمانی بندہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ مادی جسم جو ہے یہ پابند ہے ٹائم
اسپیس کی۔ پوری حرکات و سکنات پابند ہیں اس کی ٹائم اسپیس کی۔ تو اب
ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ آدمی وہ بندہ جو خواب میں ہمارے اندر سے نکل
کر جبکہ ہمارا جسم چارپائی پر پڑ ا ہوا ہے ۔ ہمارا مادی جسم وہاں نہیں ہے۔
جو بندہ نکل کر ٹائم اسپیس کی حد بندیوں کو توڑ کر خانہ کعبہ چلا جاتا ہے یا
مدینہ منورہ میں حاضری دیتا ہے وہ اصل میں روح ہے۔ روح کا جسم ہوتا ہے۔
تو روح کا علم ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہمارے اندر ایک اور آدمی ہے وہ آدمی جس کا
نام محمود ہے تو محمود اس بات کو جانتا ہے دنیا کا ہر محمود اس بات کو جانتا
ہے کہ جس طرح کہ مادی محمود ہے جو ایک قدم اٹھانے کے لئے ٹائم کا بھی
محتاج ہے، اسپس کا بھی محتاج ہے۔ اسی کے اندر ایک اور محمود ہے۔ کہ جب
وہ قدم اٹھانا چاہتا ہے تو اس کا ایک قدم کراچی میں اٹھا تو دوسرا قدم مدینہ

منورہ میں یہ روح کا علم ہے۔ اب اس روح کو پکڑنے کے لئے ۔ اس روح کو
سمجھنے کے لئے اور اس محمود کو صحیح معنوں میں اپنے اختیار سے حرکت دینے
کے لئے یہ روحانی علوم سکھائے جاتے ہیں اور پڑھایا جاتا ہے۔ تو یہ جب یہ آدمی
جان لیتا ہے کہ میرے مادی جسم کے علاوہ ایک اور بھی جسم ہے اور وہ جسم
حرکت بھی کرتا ہے ۔ آپ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ خواب میں آپ کے اندر سے روح
نکلی اور اس روح نے کہیں جاکے کچھ کھایا۔ آپ نے بریانی کھائی اس کی خوشبو
بھی آئی آپ کو ذائقہ بھی آیا سب کچھ ہوا اور جب آپ کی آنکھ کھلی تو آپ
جناب بڑے خوش ہو کر اپنے بچوں کو اپنے والدین کو دوستوں کو بتاتے ہیں بھئی آج
میں نے عجیب خواب دیکھا ہے ۔ بڑی اچھی دعوت تھی بہترین تھی بھئی میں نے
پلاؤ کھائی، بریانی کھائی خوشبوئیں آرہی ہیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے یہ
بزرگوں کا تجربہ ہے یہاں بھی ممکن ہے کچھ لوگ ایسے بیٹھے ہوں کہ وہ کھانا
کھاتے ہیں اور جب آنکھ کھلتی ہے تو کھانے کی خوشبو ابھی تک موجود رہتی
ہے۔ کوئی پھل کھاتے ہیں تو خواب سے بیدار ہوتے ہیں تو پھل کا ذائقہ زبان پہ
موجود رہتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری جو زندگی ہے دو ہیں۔ ایک
زندگی ہماری ٹائم اسپیس میں بند زندگی ہے۔ یہ ہماری مادی زندگی ہے۔ اور
ایک زندگی ہماری جو ہے ٹائم اسپیس سے آزاد زندگی ہے۔ اس زندگی میں بھی
ہم اسی طرح رہتے ہیں۔ اسی طرح کھاتے ہیں۔ اسی طرح پہنتے ہیں۔ اسی
طرح چلتے پھرتے ہیں لیکن وہاں ٹائم اسپیس سے آزادی حاصل کرکے تمام جو
خواہشات ہیں ان کی تکمیل کرتے ہیں۔ تو یہ روح کا ایک ...۔ اب یہ کہ یہ روح
پر فتوح اور پر فتوح ... روح پرفتوح جو ہے یہ تصوف کی اصطلاحات ہیں۔ اس
میں روح کے بے شمار سفر کے علم حاصل کرنے کے بے شمار شعبے ہیں۔ جیسے
آپ کہتے ہیں کہ صاحب بچے کو نرسری میں داخل کردیا۔ نرسری سے پہلی میں
کردیا۔ پہلی سے دوسری میں کردیا۔ پھر میٹرک ہوگیا پھر بی اے ہوگیا پھر ایم اے
ہوگیا پھر پی ایچ ڈی ہوگیا۔ اسی طرح روحانی علوم کی بھی اسٹیج ہیں اور
کلاسیں ہیں۔ تو یہ روح پر فتوح جو ہے یہ ایک کلاس ہے۔ جو انتہائی درجے میں
پڑھائی جاتی ہے۔ ورنہ اس سے پہلے جو کلاسز ہیں وہ اس کی الگ الگ نام ہیں
۔ جیسے آپ کہتے ہیں کے جی۔ نرسری۔ کے جی ٹو۔ کے جی کیا بہت سارے نام
ہیں۔ اسی طرح روحانی کلاسز کے بھی نام ہیں۔ اس میں ورود ہے، غنود ہے،
خواب ہے، کشف ہے، الہام ہے، وحی ہے، مراقبہ ہے۔ آپ کا مراقبہ کے بعد سیر
ہے۔ سیر کے بعد فتح ہے ۔ فتح کے بعد انسلاخ ہے۔ انسلاخ کے بعد حضوری وغیرہ
وغیرہ۔ اس کی بہت ساری کلاسز ہیں۔ ان کلاسز کے الگ الگ نام ہیں۔ روح پر
فتوح ایک ایسی کلاس ہے جس میں کوئی بھی آدمی وہ شیخ ہو یا عام آدمی ہو
اس میں استاد۔ اب کہتے ہیں کیسے منتقل کردیتا ہے۔ اب دیکھئے۔ ایک بچے اسے
آپ کلاس میں بھیجتے ہیں ۔ ظاہر ہے وہاں تو چھوٹے بچوں کو کھلونے، گڑیا، اور
یہ وہ سب دے جاتے ہیں۔ لیکن وہی بچے جو ابھی الف نہیں جانتا بے نہیں
جانتا ۔ سیب اور کیلے سے پہچانتا ہے شکل و صورت سے وہی بچے آپ کو جب

اس کی ماں کہے گی منہ کلمہ سناؤ وہ اپنی زبان میں لا الہ الا اللہ محمد رسول
اللہ سنادے گا۔ بات کیا ہے کہ وہ اسکول کی تعلیم اپنی جگہ ہے لیکن ماں نے لا
الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا علم جو ہے وہ بچے کے اندر منتقل کردیا۔ اس
طرح کہ بچے کو کوئی کام نہیں کرنا پڑا۔ بچے کو اسکول بھی نہیں جانا پڑا۔ بچے
کو ہوم ورک بھی نہیں کرنا پڑا۔ بچے کو قلم بھی نہیں لینی پڑی۔ پنسل بھی
نہیں لینی پڑی۔ تو یہ دنیا میں بھی ہوتا ہے۔ اسی صورت سے وہ جو روح پر
فتوح فتح کا جو میں نے ابھی بتایا ہے کلاس فتح کی بھی ہے تو فتح والے لوگ جو
ہیں وہ ایسے علوم منتقل کردیتے ہیں اپنے شاگردوں میں جس طرح ماں باپ
کلمہ پڑھا دیتے ہیں، الحمد شریف یاد کرا دیتے ہیں، قل ھوا اللہ شریف پڑھا دیتے
ہیں۔ اور وہ جو روح پر فتوح ہے روح پر فتوح کا مطلب یہ ہے کہ وہ زندہ ہو
جب بھی روح پر فتوح ہے۔ اور اگر وہ مر جائے انتقال کرجائے تب بھی وہ روح پر
فتوح ہے اس لئے قانون یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ اس مادی زندگی میں اپنی روح
سے واقفیت حاصل کرلیتا ہے تو وہ مرنے کے بعد بھی روح کا عالم ہوتا ہے اس
لئے کہ یہ مادی جسم تو عارضی ہے، فکشن ہے۔ تو جس آدمی نے اصل معلوم
کرلی فکشن رہے نہ رہے وہ مرنے کے بعد بھی یہ جو بزرگ ہیں، اولیاء اللہ ہیں
ان کو فتح حاصل ہوجاتی ہے۔ اپنی روح سے واقفیت حاصل کرلیتے ہیں۔ جس
طرح زندگی میں وہ اپنے شاگردوں کو وہ علم سکھاتے ہیں یا منتقل کردیتے ہیں
اسی طرح وہ مرنے کے بعد بھی وہ علم جو ہے منتقل کرسکتے ہیں۔ (اختتام)